
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تذکرۂ بابا نانک

فہرست مضامین

[illegible]

[illegible]

[illegible]

276

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

ނިމުނީ

[illegible]

مسلمانوں کے لئے ایک شاہراہ ہے جس پر گامزن ہو کر انسان دنیا میں امن و عافیت کی زندگی بسر کر سکتا ہے اور اپنے عقائد مذہب کا پابند رہ کر دوسرے مذاہب کے پیروں میں ہر دلعزیز بن سکتا ہے۔ دنیا اور اقوام دنیا میں امن و عافیت کا علمبردار کہلا سکتا ہے۔ زندگی میں اپنے بیگانے اس شاہراہ پر چلنے کی بدولت اسے محبت و تعظیم کی نگاہ سے دیکھیں گے اور بعد حیات تاابد اس کی مزار پر محبت و اخلاص کے پھول چڑھاتے رہیں گے۔ اس تعلیم پر عمل پیرا ہو کر بابا نانک یوگی نے ہندو مسلمانوں سے خراج تحسین حاصل کیا۔ اسی تعلیم کی تلقین نے خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کو لسان الغیب کا لقب دلایا۔ اہل دنیا بلا تمیز مذہب آج تک دیوان حافظ سے تفاول کرتے ہیں اور کرتے رہینگے اور اہل ذوق کمال عقیدت سے حافظ صاحب کے کلام کا مطالعہ کرتے اور اس کلام کے معجز نما اثر سے متأثر ہو کر عالم وجد میں جھومتے اور روحانی مسرتوں سے روح اور دل کو خوش کرتے ہیں۔ اس پاک تعلیم کا ملخص حافظ صاحب نے ایک شعر میں بیان کر کے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ واہ کیا ہی پاکیزہ مضمون اور کیسا ہی قابل قدر اصول ہے۔ گویا یہ تعلیم آب زر سے لکھنے کے لایق اور لوح دل پر نقش کرنے کے قابل ہے ؎

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام
با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

بابا جی کی ذات بھی بیہودہ مذہبی تعصبات سے پاک اور تنگدلی سے مبرا و منزہ تھی یہی انکی کامیابی کی کلید تھی میری ایک غرض اس کتاب کے لکھنے سے یہ بھی ہے کہ اہل ہند سے تنگ خیالی دور کیجائے اور انمیں بلند نظری۔ عالی حوصلگی اور اعلیٰ اخلاق پیدا کئے جائیں پس اگر ان اوراق پریشان کا مطالعہ کر کے کسی ایک میں بھی بنی نوع انسان کی محبت پیدا ہو گئی اور اسکے مطالعہ سے ہندو مسلمان سکھ اور عیسائیوں پر نیک اثر پڑا۔ تو میں اسے اپنی کامیابی سمجھونگا۔

"غلام قاسم"

[illegible]

پورنماسی) میں چار گھڑی رات رہے کالو کے ہاں مائی ترپتا جی کے بطن سے موضع تلونڈی تحصیل شرقپور میں بابا نانک جی پیدا ہوئے۔ باباجی کے پیدا ہونے پر کالو کے گھر خوشی کے شادیانے بجے۔ ہر طرف سے مبارکبادیں ملیں۔ بھانڈ۔ میراسی۔ گداگر انعام واکرام اور خیرات لے کر خوش ہوئے۔ سب نے دعائیں دیں اور خوشی خوشی واپس گئے۔ باباجی کے ایک معتقد [illegible] نے ان کی پیدائش پر اپنے جذبات کا اس طرح اظہار کیا ہے

ستجگ نانک پرگٹیا مٹی دھند جگ چانن ہویا
جیونکر سورج نکلے تارے چھپے اندھیر پلویا

تمام لوگوں کے دل خود بخود دھرم کی طرف رجوع ہو گئے۔

اُن کی دایہ کا بیان ہے کہ اُن کی ولادت کے وقت میں نے تہنیت و مبارکباد کی ایسی آواز غیب سے سُنی۔ جیسے کسی رئیس یا بڑے آدمی کے آنے کی دھوم دھام ہوتی ہے۔

جس مقام پر باباجی پیدا ہوئے وہاں ایک مشہور و معروف استھان بنا ہوا ہے جسے ننکانہ صاحب کہتے ہیں۔ یہ سکھوں کی نزدیک بڑی مقدس جگہ ہے ہر سال لاکھوں سکھ اور ہندو وہاں جاترا کے لئے جاتے ہیں لاکھوں کروڑوں روپے کا چڑھاوا چڑھتا ہے۔ اور اس کے متصل ایک تالاب ہے۔ جہاں ایام طفولیت میں باباجی کھیلا کرتے تھے یہ تالاب اب **بال صاحب** کے نام سے موسوم ہے۔ اور جس جگہ بھینسیں چرا کرتی تھیں وہ کیارا صاحب کے نام سے مشہور ہے۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ جب بابا نانک جی پیدا ہوئے تو ان کی دایہ مسماۃ دولتاں نے غیب سے مبارکباد کی آواز سُنی۔ اُسے خوشی کے نعروں کی ایسی آواز سنائی دی۔ گویا کسی عالی مرتبت رئیس کی آمد کی دھوم دھام ہے۔ اس نے گواہی دی۔ کہ پیدائش کے وقت یہ لڑکا بجائے رونے کے زور سے ہنسا اور تمام گھر ایک قسم کی روشنی سے جگمگا اٹھا۔ جس شخص کے ہاں اولاد نرینہ پیدا نہ ہوتی ہو کالو کی خوشی کا اندازہ کچھ وہی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ١٢٥٥ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

پنڈت جی دنگ رہ گئے۔

گیارہ برس کی عمر میں فارسی سیکھنے کے لئے اُن کو مولوی صاحب کے پاس بیٹھایا گیا۔ مگر وہاں بھی ہندی اور سنسکرت پڑھانے والوں پنڈتوں کی طرح انہوں نے مولوی صاحب کی خوب تسلی کی اور الف۔ ب۔ ت کے جواب میں کہا کہ قطب دین۔

الف۔ اللہ نوں یاد کر غفلت منوں وسار	سائنس پلٹے نام بن دھرگ جیون سنسار
ب۔ بدعت کو دور کر قدم طریقت راکھ	سیناں اگے نیوں چل مندا کسے نہ آکھ
ت۔ توبہ کر عاجزی سائیں بے پرواہ	ساتھ نہ چلے قطب الدین جنم گنو ایو باد
ث ثنا کر ربّ دی خالق نوں کر یاد	یاد نہ کیتو قطب الدین جنم گنوایو باد

جس کا مختصر مطلب یہ ہے کہ الف۔ اللہ کو یاد کر ب بدعت اور برائی کو چھوڑ دے۔ اور کسیکو برا مت کہو۔ اور فضول جھگڑوں میں زندگی کو برباد مت کر ت توبہ کر۔ ث ثنا یعنی خدا کی صفت کر اور اپنے خالق کو یاد کر۔ اگر خالق کو یاد نہیں کریگا۔ تو اپنی زندگی برباد کر دیگا۔

اسی سال آپ کو جنیؤ (زنّار) پہنانے کے لئے پروہت کو بلایا گیا۔ مگر جب پروہت نے جنیؤ (زنّار) ان کے گلے میں ڈالنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ نے جنیؤ پہننے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا۔

"دیا کپاہ سنتو کھ سوت۔ جت گنڈی ست وٹ۔ ایہو جنیؤ اکا ہی تان پانڈے گھت۔ ناں ایہہ ٹوٹے ناں مل لگے۔ نا ایہو جلے نہ جائے۔ دھن سو مانس نانکا۔ جو گل چلے پائے۔

مہربانی کی کپاس سے صبر کا سوت کات کر اس میں راست گوئی کی مروڑی اور پرہیزگاری کی گانٹھ لگا کر جنیؤ بناؤ جو سچا جنیؤ تمہاری روح کا ہے۔ ایسا جنیؤ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بڑھتا ہے۔ اس کی طرف دیکھ کر دوسرے بھائیوں کو نیکی کی ترغیب ہوتی ہے۔ خیرات و زکوۃ سے انسان کا مال گھٹتا نہیں ہے۔ بلکہ دن بدن بڑھتا ہے۔ دنیا کے بڑے فلاسفر شیخ سعدی صاحبؒ کیا خوب کہہ گئے ہیں۔ ؎

زکوٰۃ مال بدرکن کہ فضلۂ زر را
چو باغبان ببُرد بیشتر دہد انگور۔

مال سے اللہ کا حصہ نکال۔ کیونکہ انگور کی ٹہنی کو جب باغبان کاٹتا ہے۔ تو زیادہ پھل دیتی ہے۔ اہل اللہ اپنا تمام مال ہر وقت اللہ کے راستے میں فقیروں اور غریبوں کے لئے خرچ کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ خداترس دنیادار بھی حتی الامکان ننگے بھوکوں کی امداد سے دریغ نہیں کرتے۔ زرپرست اور حریص لوگ غریبوں اور یتیموں کی مدد کی بجائے اُلٹا اُن کی کھال اتارتے ہیں۔ مگر ایسے لوگوں کا مال ہر وقت معرض زوال میں ہوتا ہے۔ اُن پر ایسی ناگہانی بلائیں اور آفتیں نازل ہوتی ہیں۔ کہ جن کا انہیں خواب و خیال تک بھی نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کے پاس جتنا مال و دولت بھی آئے۔ ان کی اشتہا اور حرص کم نہیں ہوتی۔ سچ ہے ؎

بس نہ کرتے کبھی ہرگز یہ خدا کے بندے
گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا

آخر کار کالوجی نے تنگ آکر بابا نانک جی کو سمت ۱۵۴۲ بکرمی اپنی بڑی بیٹی بی بی نانکی جی کے ہمراہ سلطان پور (علاقہ کپورتھلہ) میں بھیج دیا ۔ نانکی جی وہاں بیاہی ہوئی تھی اور ان کا خاوند لالہ جے رام نواب دولت خان کا دیوان تھا۔ دیوان جے رام نے کچھ رشتہ داری کی وجہ سے اور کچھ ان کی نیک شہرت کے باعث ان کی خوب خاطر مدارات کی۔ ان کے لئے ہر قسم کا سامان آسائش کیا اور انہیں ہر طرح سے آرام پہنچایا۔ بی بی نانکی جی اور دیوان جے رام کا اس میں

ایک خاص مطلب بھی تھا۔ کہ باباجی کا دل یہاں لگ جائے۔ وہ سلطان پور سے مانوس ہو جائیں۔ پھر انہیں کسی کام کاج میں لگا دیں گے۔ چنانچہ چھ ماہ کے بعد میاں بیوی نے سوچا۔ کہ ان کو کسی ایسے کام میں لگانا چاہیئے۔ جہاں انہیں کسی وقت فرصت نہو۔ کثرت مشغولیت اور عدیم الفرصتی کیوجہ سے ان کے دماغ سے درویشی اور فقیری کے خیالات نکل جائینگے۔ اپنی جگہ پخت وپز کرکے دیوان جے رام نے سمت ۱۵۴۲ بکرمی میں نواب صاحب سے سفارش کرکے باباجی کو مودیخانہ کا کام دلوا دیا۔

باباجی نے مودیخانہ کا کام تو شروع کر دیا۔ مگر جس قدر رسد روزانہ نواب صاحب کے ہاں جاتی۔ اس سے کئی گنا آپ غربا اور ساکین میں بانٹ دیتے۔ اس طرح آپ نے کھرے سودے کا بیوپار جاری رکھا۔

جس مکان میں باباجی مودیخانہ کا کام کرتے تھے وہ اب تک ہٹی صاحب مشہور ہے۔ چغلخور لوگ اکثر باباجی کی فضول خرچی کی شکایت نوابصاحب سے کرتے رہتے۔ مگر جب کبھی پڑتال کیجاتی۔ بابا نانک جی کا حساب ٹھیک نکلتا۔

ایک مرتبہ حاسدوں نے بڑے زور شور سے شکایت کی۔ نوابصاحب نے حکم دیا۔ کہ پڑتال شروع کرو۔ اور تا فیصلہ باباجی کو نظر بند رکھو۔ جس مکان میں آپ کو نظر بند کیا گیا۔ وہ اب تک کوٹھڑی جی کے نام سے مشہور ہے۔ جسکی عمارت دیوان رام جس معاون ریاست کپورتھلہ نے نہایت عمدہ اور پختہ بنوا دی ہوئی ہے۔

ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ باباجی مودیخانہ کی دکان پر بیٹھے تھے۔ کہ ایک درویش پاک صورت اور پاک سیرت ادھر آ نکلا۔ اور کہنے لگا۔ نانک! تم دنیا میں اس کام کے لئے نہیں بھیجے گئے۔ جس کام کے لئے بھیجے گئے ہو۔ اٹھے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کابل میں گھوڑوں کی خریداری میں مصروف تھا۔ میں تمہارے ساتھ کس طرح شامل ہوتا۔ نواب نے اپنی کمزوری کا اقرار کیا۔ اور کہا۔ کہ آپ قاضی صاحب کے ساتھ شامل ہو جاتے۔ اسپر باباجی نے کہا۔ کہ ان کا قلب بھی حاضر نہ تھا۔ بلکہ ان کی توجہ گھوڑی کے بچہ کی طرف تھی۔ جسے وہ کھلا اور غیر محفوظ چھوڑ آئے تھے۔ ان کو یہ خیال دامنگیر تھا۔ کہ کہیں وہ بچہ کنوئیں میں نہ گر پڑے۔ قاضی جی یہ سنکر ششدر رہ گئے۔ اور اپنی کمزوری کو مان لیا۔ پھر باباجی نے کہا۔ کہ اصل نجات دینے والی وہ نماز ہے۔ جو ہم پڑھتے ہیں تمکو بھی وہی پڑھنی چاہیئے۔ یعنی عاشقوں کی نماز چنانچہ مسلمانوں کے لئے حکم ہے۔ لَاَصَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ یعنی نماز بغیر حضور قلب کی ہو نہیں سکتی۔ باباجی نے نواب صاحب کو یہ شبد بھی سنایا۔

پنج نمازاں پنج وقت پنجاں پنجے ناؤں　　پہلا سچ حلال دوئی تیجی خیر خدا
چوتھی نیت راس من پنجویں صفت ثنا　　کرنی کلمہ آکھ کے تاں مسلمان سدا
نانک جیتے کوڑیا کوڑے کوڑی پا

یعنی پانچ نمازوں کے پانچ وقت ہیں اور پانچ ہی اُن کے نام ہیں۔ اول سچ بولنا۔ دوم حلال کھانا۔ سوم خدا کے نام پر خیرات دینا۔ چہارم نیت کو صاف رکھنا۔ پنجم خدا کی صفت و ثنا کرنا۔ نیک اعمال کا کلمہ پڑھ کر انسان مسلمان کہلا سکتا ہے۔ باقی سب جھوٹ ہے۔

باباجی نے اس شبد میں سچی اسلامی تعلیم کی تائید کی ہے۔ کہ نماز پانچ وقتہ کے ساتھ اعمال صالحہ اور نیک کام کرنے نہایت ضروری ہیں۔ باباجی کی نماز عاشقوں کی نماز ہے۔ جو ذکر و فکر الٰہی کے وقت دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔ اور اللہ کے دھیان میں غرق رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ نوابصاحب باباجی کا دل سے ارادتمند بن گیا اور خدا نے اسے اولاد بھی عطا کی جس کا وہ دل سے خواہشمند تھا

[illegible]

لالو جیسے رذیل آدمی کے گھر کا کھانا تو آپ خوشی سے کھائیں اور ہم کھتریوں کے گھر کا کھانا کھانے سے آپ انکار کر دیں۔ یہ اُلٹی منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ کیا ایسے رذیل اور کمینے آدمی کا کھانا ہم کھتریوں کے کھانے سے بہتر ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تمہارا کھانا ظلم اور ستم کی کمائی سے تیار ہوتا ہے اور لالو کے گھر کا کھانا حق حلال کی کمائی سے تیار ہوتا ہے۔ باباجی کا یہ جواب سُنکر بھاگو کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور اس نے غضب آلود ہو کر کہا۔ کہ اپنے دعوے کو ثابت کرو۔ چنانچہ باباجی نے ایک ہاتھ میں بھائی لالو کے گھر کی سوکھی روٹی اور دوسرے ہاتھ میں بھاگو کے گھر کی کڑاہ پوری لی پھر زور سے دونوں کو دبایا۔ لالو کی روٹی سے دودھ نکلا اور بھاگو جی کی پوریوں سے خون نکلا۔ یہ دیکھ کر بھاگو شرمندہ ہونے کی بجائے غصّہ سے بھر گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ تم جادوگر ہو۔

سچ ہے جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے اور غریبوں پر جور و ستم کر کے مال و زر جمع کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھرتے ہیں۔ اور اپنا گھر دوزخ میں بناتے ہیں۔

ملک بھاگو جیسے ظالم رئیسوں اور عمّال حکومت سے لوگ بہت دق تھے۔ چنانچہ وہ اکٹھے ہو کر بھائی لالو جی کے ہمراہ باباجی کی خدمت حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم لوگ ظالم رؤسا اور حکّام کے ہاتھوں بہت تکلیف میں ہیں۔ آپ نے کہا:۔

"اے لالو! ظلم کی بنیا دکچی ہوتی ہے۔ تھوڑے عرصہ میں ان لوگوں کی بیخکنی ہو جائیگی ان ظالموں کو اپنے اعمال کی سزا ملیگی۔ جلدی یہ لوگ جور و ستم کا خمیازہ اٹھائینگے۔ اپنے کیفر کردار کو پہنچینگے۔ اور بمعہ زن و فرزند قتل ہونگے جس قدر زر و مال انہوں نے ظلم سے جمع کیا ہے۔ سب برباد ہو جائیگا۔"

تب ان لوگوں نے عرض کی۔ کہ یہ کب ہوگا۔ آپ نے جواب میں کہا:۔

غفلت مسافر کی خرابی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ بیداری سے انسان مامون و محفوظ رہتا ہے دنیوی زر و مال بھی مسافر کے لئے خطرہ سے خالی نہیں۔ اس لئے جتنا بوجھ ہلکا ہو اچھا ہے۔ بعینہ یہی حال انسانی روح کا ہے۔

زندگی ایک بڑا سفر ہے۔ اس میں زیادہ غفلت اور نیند روحانیت کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ کسی صوفی مزاج شاعر نے کیا ہی معنے خیز شعر کہا ہے ؎

جاگنا ہے تو جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
حشر تک سوتا رہیگا خاک کے سایہ تلے

باباجی نے دنیا کا خوب سفر کیا۔ اور سفر میں ہندو مسلمان فقیروں سے ملاقی ہوئے یہ اُن سے فیض حاصل کرتے رہے۔ وہ ان سے برکت لیتے رہے۔ غرضیکہ فریقین خوب ایک دوسرے کا لطف صحبت اٹھاتے اور ایک دوسرے کے ساتھ کمال محبت اور پریم سے پیش آتے۔ باباجی اب سفر کی منزل میں تھے۔ امین آباد سے وہ موضع سیو کی ضلع سیالکوٹ میں پہنچے جس جگہ آپ نے قیام کیا وہاں ایک مکان ننکانہ نامی موجود ہے۔

سرکار انگریزی کی طرف سے اس مکان کے ساتھ کچھ زمین بطور معافی و جاگیر وقف ہے۔ باباجی اس علاقہ میں ایک مشہور فقیر شاہ حمزہ غوث نامی کی تلاش اور ملاقات کے لئے گئے تھے۔ سیو کی کے پاس ایک موضع بھاسو پور اس وقت آباد تھا باباجی نے وہاں کے لوگوں سے حمزہ غوث صاحب کا پتہ دریافت کیا۔ تو وہاں کے لڑکوں نے باباجی سے مذاق کیا۔ بلکہ پتھر مارے۔ تب مردانہ نے کہا۔ کہ یہ گاؤں تو برباد ہونے کے لائق ہے۔ باباجی نے کہا۔ کہ ایسی بات منہ سے نکالنی نہیں چاہئے مگر جو تیرے منہ سے نکلا ہے خدا اُسے پورا کریگا۔ کہتے ہیں کہ کچھ مدت بعد وہ گاؤں بالکل تباہ ہو گیا۔ اور اس کے کھنڈر اب تک وہاں موجود ہیں:

بابا نانک جی شاہ حمزہ غوث صاحب سے ملنے کیلئے سیالکوٹ پہنچے اور شہر کے مشرقی جانب قبرستان کی جھاڑیوں میں شاہ جی کے مکان کے نزدیک ایک بیری کے درخت کے نیچے بیٹھے۔ اس کا نام ابتک "بابے دی بیر" مشہور ہے۔

سچ جھوٹ کا سودا

شاہ حمزہ غوث صاحب سے ملاقات

جینا جھوٹ ہے اور مرنا حق ہے

باباجی کو معلوم تھا کہ شاہ حمزہ غوث ایک خدارسیدہ بزرگ ہیں۔ چنانچہ آپ نے پہلے مردانہ کو ان کی خدمت میں بھیجا۔ پھر خود گئے۔ جب ملاقات ہوئی تو باباجی نے کہا کہ آپ اہل سیالکوٹ پر کیوں خفہ ہیں؟ ان کے حق میں بد دعا نہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی عذاب آئے اور کوئی آفت نازل ہو۔ شاہ جی نے کہا۔ کہ اس نگری میں جھوٹ بہت ہے۔ اور سچ نام کو بھی نہیں رہا۔ باباجی نے ایک ٹکا دیکر بھائی مردانہ جی کو سچ جھوٹ کا سودا خریدنے کے لئے بازار بھیجا۔ مردانہ جی تمام بازار میں پھرے مگر سچ جھوٹ کا سودا کہیں سے دستیاب نہ ہوا۔ بلکہ لوگ بھائی مردانہ پر مذاق اڑاتے۔ اور آوازے کستے۔ کہ یہ دیوانہ ہے۔ بالکل ہے سرٹری ہے۔ آخر ایک نوجوان دکاندار نے بھائی مردانہ سے ٹکا لے لیا اور کاغذ کے ایک پرزہ پر لکھا۔ کہ "مرنا سچ ہے" اور دوسرے پر لکھا "جینا جھوٹ ہے" پھر دونوں پرزے مردانہ جی کے حوالے کئے۔ وہ انہیں لے کر گورو جی کے پاس گئے۔ باباجی اس جواب سے بہت محظوظ ہوئے۔ شاہ حمزہ غوث صاحب کے پیش کر کے کہا۔ کہ دیکھئے۔ اس شہر میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو مرنے کو حق اور جینے کو جھوٹ سمجھتے ہیں۔ آپ ان کے حق میں دعائے خیر کریں بد دعا نہ کریں۔ چنانچہ شاہ جی نے باباجی کے کہنے پر ایسا ہی کیا۔ اور لوگوں سے عذاب ٹل گیا۔ اس کے بعد باباجی نے مولانا کھنڑی کو

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] + [illegible]
[illegible] + [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

گورو" کی دھرم سال آپ کی یادگار ہیں اب تک موجود ہے۔ آگرہ سے روانہ ہوکر آپ اجودھیا۔ لکھنؤ۔ کانپور وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے کاشی جی یعنے بنارس پہنچے۔ بنارس میں آپ نے مشرق کی طرف باغ میں ڈیرہ کیا۔ یہ باغ اب گورو کے باغ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ وہاں بڑے بڑے مہاتماؤں اور پنڈتوں سے مذہبی گفتگو میں وقت گذارتے۔ یہاں پر آپ کبیر و نام دیو اور روداس وغیرہ بھگتوں سے ملاقی ہوئے۔ اور کچھ مدت تک ان کی صحبت میں رہے۔

کبیر جی کے چیلے دھرم داس نے نانک پربودھ میں لکھا ہے کہ بابا نانک جی سے کبیر جی کی ملاقات بنارس میں ہوئی۔ اور یہ سچ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ سمت ۱۵۵۸ بکرمی میں باباجی بنارس گئے تھے۔ جبکہ کبیر جی بقید حیات تھے۔ اس کے ۱۴ برس بعد یعنی سمت ۱۵۷۸ بکرمی میں بھگت کبیر دنیا سے چل بسے۔

کبیر جی کی تعلیم اور کلام کا باباجی پر خاص اثر ہوا۔ جس کا ثبوت کچھ اسبات سے مل سکتا ہے کہ باباجی کے کلام کے ساتھ گرنتھ صاحب میں بھگت کبیر جی کا کلام بھی بکثرت درج ہے۔ اور جیسا ہم اوپر بیان کر آئے ہیں گرنتھ صاحب تین بزرگوں یعنی بھگت کبیر جی۔ بابا فرید صاحب اور بابا نانک جی کے کلام سے بھرا پڑا ہے۔ یہ تینوں اعلیٰ پایہ کے صوفی منش بزرگ گذرے ہیں۔ ان بزرگوں کے علاوہ سکھوں کے بعض دوسرے گوروؤں کا کلام بھی گرنتھ صاحب میں درج ہے۔ خاص کر پانچویں گورو ارجن جی کا۔ مگر متذکرہ بالا بزرگوں کا کلام خاص طور پر ممیز ہے۔

بھگت کبیر جی ذات کے جولاہے اور موحد کامل تھے۔ آپ کے بھجن توحید اور وحدانیت کا آئینہ ہیں۔ آپ تمام عمر توحید کی تبلیغ و پرچار کرتے رہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ کبیر جی کی صحبت اور ملاقات نے باباجی کو پکا موحد بنا دیا۔ اور اگرچہ وہ پہلے ہی سے خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش کرتے اور اسی کی پرستش کا لوگوں کو

حکم دیتے تھے۔ مگر کبیر جی کی صحبت ان کے حق میں سونے پر سہاگہ کا کام دیگی۔

زندگی ایک قیمتی لعل ہے

اسے ضایع مت کرو

بنارس سے باباجی شہر گنگا کے کنارے کنارے بکتہ اور چھپرا ہوتے ہوئے پٹنہ میں پہنچے۔ یہ شہر راجہ ہنس پال نے راجہ بکرماجیت سے ایکہزار برس پیشتر پاٹلی دیوی کے نام پر آباد کیا تھا۔ حسب معمول یہاں پر بھی سادھو۔ فقیر۔ پنڈت اور دنیادار ہر قسم کے لوگ آپ کے پاس آتے اور آپ کا درشن کر کے خوش ہوتے۔ آپ نے اپنے وعظ و پند سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ جب آپ ایک بڑے مجمع کو اپدیش دے رہے تھے۔ تو بھائی مردانہ نے سوال کیا گوروجی! جب آپ فرماتے ہیں۔ کہ خداوند کریم اپنے پیارے بھگتوں کو بہت پیار کرتا ہے۔ تو بتایئے کہ یہ لوگ ایسا کیوں نہیں کرتے۔ نیز انسانی زندگی ایک لعل بے بہا ہے۔ پھر لوگ اس کی قدر کیوں نہیں کرتے۔ اس وقت باباجی نے کسی مصلحت کیوجہ سے مردانہ کے سوال کا جواب نہ دیا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد مردانہ نے عرض کی کہ گوروجی! میں بھوکا ہوں۔ آپ نے ایک لعل بے بہا اس کے حوالے کیا۔ اور فرمایا کہ اسے بازار میں فروخت کر کے جو چاہو کھاؤ۔ مردانہ اس لعل کو لے کر تمام بازار میں پھرا کوئی شخص اسکی قیمت نہ دیسکا۔ مثل ہے ع

قدر زر زرگر شناسد قدر جوہر جوہری

انجان لوگ اس کی قیمت کیا جانتے تھے۔ کوئی اُسے کہتا۔ کہ سبزی لے لو۔ کوئی کہتا آٹا دال لے لو۔ آخر وہ لعل لے کر ثالث رائے جوہری کے پاس پہنچا۔ جوہری مذکور نے لعل کو دیکھ کر مبلغ ایکصد روپیہ مردانہ کی نذر کیا۔ اور لعل بھی واپس کر دیا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]

اور پسند کرتی ہیں۔ اور اُن کی ایسی خدمت کرتی ہیں کہ وہ اُن کا مطیع ہو جاتا ہے۔
یہی خدمت اور شیریں کلامی اُن کا جادو ہے مرد بے طرح پھنسا دیتا ہے۔

بُت پرستی نہ کرو

یہاں سے باباجی کوروکم الکھیا دیوی کے مندر پہ گئے وہاں کے لوگوں نے آپکی تعلیم سے اثر پذیر ہو کر بُت پرستی اور دیوی کی پوجا کرنی چھوڑ دی وہاں سے پنجرا پہاڑی شہر اگرتلا۔لکھی پور۔ چاند پور ہوتے ہوئے دریاے پدما سے پار اُتر گئے۔ اور شہر فرید پور رکیشب پور۔ باروست۔ دمدم وغیرہ چوبیس پرگنوں کی سیر کرتے ہوئے کلکتہ پہنچگئے کلکتہ اس وقت ایک چھوٹا سا گاؤں تھا اور اس کا نام کلی کٹ تھا۔ کلی کٹ کی سیر کرکے آپ دریاے ہوگلی سے پار اُتر گئے۔ اور ہوڑہ وشبرام پور کی سیر کی۔ پھر دریا کو عبور کرکے میدنی پور جا پہنچے۔ پھر دریاے کامٹی کو عبور کرکے ڈھل بوم گئے۔ وہاں سے دریاے پیترنی برہمنی اور مہاندی سے پار اتر کر شہر کٹک میں جا داخل ہوئے۔ سمت ۱۵۶۲ میں سکھی گوپال کا درشن کرتے ہوئے جگناتھ پوری میں رونق افروز ہوئے اور سنگر پور کے سامنے بیٹھ کر ان کی زبان میں بھجن گانا شروع کر دیا۔ جگناتھ پوری ہندوؤں کا بڑا مشہور مندر ہے اور ہزاروں لاکھوں ہندو وہاں جاترا کے لئے جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جگناتھ سوامی کی آرتی (پوجا) اتارتے وقت باباجی پنڈتوں کے ساتھ شامل نہیں ہوئے۔ اسپر وہاں کے لوگوں نے اعتراض کیا۔ اور پوچھا کہ تم آرتی میں کیوں شامل نہیں ہوئے۔ تب باباجی نے کہا کہ تمہاری آرتی جھوٹی ہے۔ اور داخل بُت پرستی ہے یہ چراغ جو تم جلاتے ہو۔ ہوا کے خفیف جھونکوں سے بجھ جائینگے۔ اس وقت آپ نے جو شبد آرتی کے متعلق زبان سے فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ دھوپ وغیرہ دکھانے سے اُس سچے پرماتما (یعنی خداوند کریم) کی آرتی نہیں ہوتی۔ اس کی تسبیح میں تو آسمان

رطب اللسان ہیں۔ یہ آسمان اسکی آرتی کے لئے طشت بن گیا ہے جس میں چاند اور
سورج روشنی کے چراغ ہیں۔ ستارے اس میں پھول اور موتی کا کام دے رہے ہیں ہوا
چوری کرتی ہے صندل کے جنگل اور پہاڑ کی خوشبو کا دھوپ دھک رہا ہے اور چرند۔
پرند۔ حیوان اور انسان غرضیکہ تمام جہان کی آوازیں سنکھ اور گھڑیال کا کام دیتی ہیں۔
تمام کائینات اس خالق بے ہمتا کی تسبیح میں مصروف ہے۔ اس خدائے بے ہمتا کی پرستش
اور آرتی خود بخود ہو رہی ہے انسان کیا چیز ہے جو اس کے کرم و احسان کا ایک شمہ بھی
ادا کر سکے۔ اس کا شکر ادا کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اس کی قدرت کا ظہور دیکھ کر ہم
یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے ؎

شکر خدائے را کہ تواند شمار کرد
یا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد

یہ کائینات اور جہان سب تیری قدرت کا ظہور ہے۔ یہ سب تیرا ہی جلوہ ہے اور
پھر تو سب سے علیحدہ ہے۔ ہم ان بتوں کی آرتی اور پوجا کیا کریں۔ جو خود ان کے
ہاتھ کے بنائے ہوئے ہیں۔ ہم تو تیری قدرت کو دیکھ کر حیران ہیں ؎

بچشمان دل مبیں جز دوست
ہر چہ بینی بداں کہ مظہر اوست

دل کی آنکھوں میں سوائے دوست کے کسیکو مت دیکھ۔ جو کچھ تو دیکھتا ہے
جان لے کہ اُسی کا ظہور ہے چشم حق بین کے لئے خدا کی قدرت پتے پتے سے ظاہر ہے
اور ایک ایک پھول اس کی قدرت کاملہ کا دفتر ہے بشیخ سعدی صاحب کیا خوب
کہہ گئے ہیں۔ ؎ برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

ہوشیار آدمی کی نظر میں سبز درختوں کے پتے اللہ کی معرفت کے دفتر بے بہا ہیں۔

باباجی کی زبان سے یہ کلمۂ حق سنکر لوگ بہت خوش ہوئے وہاں سے اٹھکر آپ دریائے شور کے کنارے جا بیٹھے۔ جہاں باول صاحب کے نام سے ایک مکان اور ایک کنواں ان کی یادگار میں بنا ہوا ہے۔ وہاں اس کنویں کے سوا میٹھے پانی کا کنواں نہیں ملتا۔

ہم کو وہ جگہ درکار نہیں جس میں تو نہیں

جگن ناتھ پوری کا پانڈہ کلجگ نامی آپ کا کلام سنکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ یہاں تشریف رکھیں۔ مکان سامان۔ نوکر چاکر۔ لونڈی غلام جو آپ کو درکار ہو ہم مہیا کرنے کو تیار ہیں۔ باباجی نے اس کے جواب میں ایک شبد کہا۔ جس کا یہ مطلب ہے :۔

اگر تم طلائی مکانات مہیا کرو۔ جو جواہرات سے مرصع ہوں۔ اور جو مشک اور زعفران کی خوشبو سے بھرے ہوئے ہوں۔ فرش فروش اور جھاڑ فانوس سے آراستہ ہوں اور جن میں مرصع اور جڑاؤ پلنگ بچھے ہوئے ہوں اور آرام و آسائش۔ تفریح و مسرت کیلئے حوریں اور پریاں موجود ہوں اور تمام ملک پر ہماری حکومت ہو تو بھی یہ تمام ساز و سامان۔ جاہ و حشم اور شان و شوکت بدون اللہ کی عبادت کے ہمارے کسی کام نہیں۔ نہ انہیں دیکھ کر ہم خوش ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ سامان خدا تعالیٰ کی یاد سے بھلا دینے والے ہیں۔ کلجگ پانڈہ آپ کا مبارک کلام سنکر قدمبوس ہوا۔ اس کی اولاد اب تک کلجگ کے نام سے مشہور ہوئے۔

خدا کے سوا کسی کی پوجا نہ کرو

جگنا تھ جی سے باباجی روانہ ہو کر جھیل چلکا کے کنارے سیر کرتے ہوئے حوزہ

وہ دانا پور وغیرہ شہروں میں پہنچے اور سنارن گڑھ کے قریب دریائے جہاندی کو عبور کرکے سہاگ پور میں داخل ہوئے وہاں کے لوگ سینچر دیو کی مورتی کو پرمیشور (خدا) سمجھ کر پوجتے تھے باباجی نے انکو سچے خدا کی پرستش کی تلقین کی۔ وہ قایل ہوئے۔ اور باباجی وہاں سے کوہ کنشک کو چلے گئے جو بندھیاچل پہاڑ کی ایک شاخ ہے۔ اس پہاڑ میں بہت سے تارک الدنیا سادھو پانی اور دریاؤں کی پوجا کرتے تھے۔ باباجی کا ان آب پرست سادھوؤں سے بہت مباحثہ ہوا۔ اور بحث و مباحثہ کے بعد آخر یہ لوگ خدائے وحدہ لاشریک کی توحید کے قایل ہوئے اور اپنے عقیدے سے تایب ہوکر ایک خدا کی پرستش کرنے لگے۔

باباجی نے بھائی مردانہ کی معیت میں بندھیاچل کی خوب سیر کی۔ اثناء سفر میں بھیل وکرات جیسی جنگلی و وحشی اقوام کے راجا کوڈا کے پاس پہنچے۔ یہ راجہ آدم خور بھی تھا۔ باباجی نے اسے بھی نیکی کی تلقین کی اور مردانہ کو اس کے پنجہ سے چھڑایا۔ جنگلوں اور پہاڑوں میں پھرتے اور دشت و جبل کی خاک چھانتے بھائی مردانہ بہت تنگ آگیا۔ ایک دن اس نے گھبرا کر کہا۔ کہ گورو جی! آپ مجھے کہاں لے آئے۔ ان پہاڑوں اور جنگلوں میں سوائے شیر اور ہاتھی جیسے خونخوار جانوروں کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ ہر وقت جان خوفزدہ رہتی ہے۔ ہم جان ہتھیلی پر لئے ان وحشی جانوروں میں وحشیانہ طور پر پھر رہے ہیں بھوک پیاس الگ ستاتی ہے۔ پتھر اور کانٹے ہمارا بستر ہے۔ میں فقیر تھوڑا ہی ہوں جو دیوانہ وار جنگلوں کی خاک چھانتا پھروں۔ بے شک فقیروں کے لئے جنگل میں منگل ہے۔ مگر میں دنیا دار ہوں میرا آپ کا ساتھ بیل اور اونٹ کا ساتھ ہے۔ وہ چلے دن وہ چلے رات۔ اگر مجھے آپ کے سفر کی خبر ہوتی۔ تو میں گھر سے باہر قدم نہ رکھتا۔

باباجی نے کہا۔ بھائی مردانہ۔ اگر بھوک نے تمکو ستایا ہے تو آک کے پھل (حنظل) پیٹ بھر کر کھالو۔ مگر جمع نہ کرنا۔ پہلے تو مردانہ نے خیال کیا۔ کہ باباجی ہنسی کرتے ہیں۔ یہ زہر سے زیادہ کڑوا پھل کھا کر میں نے اگر کل مرنا ہے۔ تو آج ہی مرونگا۔ مگر باباجی کے اصرار سے

اور دوبارہ کہنے سے اس نے وہ پھل توڑ کر کھائے۔ تو انہیں نہایت شیریں پایا۔ اس لئے کچھ پھل توڑ کر اپنے ساتھ لیے۔ جب دوسرے دن کھانے لگا تو زہر سے کڑوے تھے۔ پھر وہاں سے دکن و پورب کی سیر کرتے ہوئے نربدا ندی کے کنارے پہنچکر شہر جبل پور پہنچے اور پھلو فقیر جنگم سے جو ایک صاحب کرامات فقیر تھے ملاقات کی۔ پھر چترکوٹ دھیڑ کی سیر کرتے ہوئے ٹیکری پہنچے۔ جنگم فقیر صاحب کی درگاہ اب تک جھیڑ میں موجود ہے۔ ٹیکری یعنی پہاڑی و نانری کی زیارت کرکے آپ فرید واڑہ میں پہنچے۔ جہاں بابا فرید شکر گنج کا وہ کنواں ہے جہاں آپ پاؤں میں سنگل ڈال کر الٹے لٹک کر ریاضت اور زہد کیا کرتے تھے۔ بابا فرید صاحب کے پاؤں کی تلیاں لٹکنے کے وقت اوپر کو ہوتی تھیں ان کی تلیوں کا گوشت و پوست چیل اور کوّے کھاتے تھے۔ اور بابا صاحب فرید شکر گنج فرمایا کرتے تھے

کاگا سب تن کھائیو چن چن کھائیو ماس
دو نیناں مت کھائیو پیا دیکھن کی آس

اے چیلو۔ اور کوّو! تمام بدن مال گوشت اور پوست نوچ کر کھا جاؤ۔ مگر دو آنکھیں مت کھانا ان کو چھوڑ دینا۔ تاکہ یار کے دیدار کی آس و امید باقی رہے۔

یہاں پر بابا فرید شکر گنج صاحب کا میلہ ہر جیٹھ کو بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ فرید واڑہ سے آپ تال بھوپال۔ محل سرد۔ کوہ ساگرہ و شہر چندیری ہوتے ہوئے دریائے سندھ پہ سے اُتر کر جھالرا پٹن پہنچے۔ پھر وہاں سے براستہ جھانسی و گوالیار دریائے چنبل کو عبور کرکے دھولپور۔ بھرت پور۔ ریواڑی۔ گوڑ گانوہ جھجر۔ دوجانہ۔ کرولی سے ہوتے ہوئے شہر کرنال پہنچے۔ یہاں پر شیخ شمس الدین صاحب مرید شیخ شرف دین صاحب۔ جلال الدین صاحب تھانیسری اور شاہ ابو چشتی صاحب صابری سے آپ کی ملاقات ہوئی۔

گوشت خوری

یہاں سے بابا جی سورج گرہن کے موقعہ پر تھانیسر گئے۔ عین میلہ کے موقع پر ایک راجہ کے

بیٹے نے ایک ہرن شکار کرکے باباجی کی نذر کیا۔ اور کہا کہ میں اور میرا باپ دونوں بھوکے ہیں۔ اس کے پکانے کا حکم دیجئیے۔ جب پک جائے تو آپ بھی ہمارے ساتھ تناول فرمائیں چنانچہ حسب الحکم گورو صاحب ہرن کا گوشت ہانڈی میں پکنے لگا۔ اسپر بہت سے اہل ہنود نے اعتراض کیا۔ کہ یہ ہمارے مذہب کے برخلاف ہے۔ اور پھر سورج گرہن کے موقع پر۔ مگر باباجی نے معرفت کے شبدوں سے اُن سبکو لاجواب کردیا۔ جن کا مطلب یہ تھا۔ کہ تمام جانور ماس یعنے گوشت سے پیدا ہوئے ہیں۔ گوشت ہی سے پرورش پاتے ہیں۔ ان کا جسم بھی گوشت ہی کا ہے۔ عورت جو گھر میں لاتے ہیں وہ بھی گوشت سے ہی بنی ہے۔ سب عیال و اطفال بھی گوشت سے ہی بنتے ہیں۔ انسان گوشت کے پستان منہ میں لیتا ہے اور شب و روز اُن کو چوستا رہتا ہے۔ کیا گھر کا ماس اچھا ہے اور شکار کا ماس بُرا ہے سورج گرہن آکاس میں لگتا ہے۔ ہمارا کوئی نفع و نقصان اس کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ یہ محض طامع اور حریص لوگوں کے من گھڑت قصے اور مسئلے ہیں جو۔ انہوں نے اپنی جیبیں بھرنے کے لئے اختراع کر رکھے ہیں۔

غرض باباجی نے ان معترضین کو ایسے دندان شکن جوابات دیئے۔ کہ ان کا ناطقہ بند کردیا۔ سچ ہے۔ سید الطعام لحم یعنی کھانوں کا سردار گوشت ہے۔

تھانیسر سے آپ قصبہ پہویہ و موضع گرہ و شہر سمانہ ہوتے ہوئے موضع منگوال میں پہنچے۔ جو اب ریاست سنگرور میں واقع ہے۔ اس جگہ بھی ایک مکان ننکانہ صاحب نامی ہے۔ ریاست سنگرور کی طرف سے اس جگہ ایک عالیشان عمارت تیار کرائی گئی ہے۔ اور بطور یادگار بابا نانک جی کا حال موجود ہے۔ وہاں سے مالیر کوٹلہ جگراؤں کے راستہ پتن ہری پر دریائے ستلج کو عبور کرکے اپنی ہمشیرہ نانکی جی کے یاد کرنے پر اُن کے وطن سلطان پور میں پہنچ گئے۔ اور تمام سفر کا حال اُن سے بیان کیا۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

آپ نے چلہ کاٹا پھر وہاں بابا فرید صاحب نے بھی چلہ کاٹا۔ ممکن ہے۔ کہ سرسہ میں پہلے شیخ فرید صاحب نے چلہ کاٹا ہو اور بابا نانک جی جب وہاں پہنچے ہوں۔ تو اس محبت اور اخلاص باطنی نے جو آپ کو فرید صاحب کی ذات سے تھا یہ تقاضا کیا ہو کہ آپ بھی یہاں چلہ کھینچیں۔ چنانچہ آپ نے وہاں چلہ کشی کی۔ سرسہ سے آپ بیکانیر چلے گئے۔ اور جین دھرم کے پوجوں اور سادھوؤں سے بہت طویل مباحثہ کیا۔ یہ لوگ منہ پہ کپڑا باندھ کر پھرتے ہیں۔ پابرہنہ رہتے ہیں اور اپنے تمام سر کے بال نوچ ڈالتے ہیں۔ جوں تک نہیں مارتے۔ بابا جی نے کہا۔ کہ یہ کوئی عبادت نہیں۔

منہ پر کپڑا باندھنے سے اگر یہ خیال ہو کہ بلا روک ٹوک دم باہر آنے سے جیوم جلتے ہیں اور کپڑا باندھنے سے جیو نہیں نہ تو یہ محض خیال باطل ہے۔ غسل نہ کرنا۔ میلا کچیلا پانی پینا۔ مانگ کر کھانا۔ اپنے پیشاب کو ہاتھ پر ڈال کر پھینکنا۔ پاخانہ کو مٹی سے ملا دینا اس خیال سے کہ ایک جگہ پاخانہ کرنے سے جیو مر جائیں گے) انسان کو غلیظ۔ کاہل اور پلپلا بنا دیتا ہے یہ تو سب مکروہ اور ناپسندیدہ فعل ہیں۔ ان سے نجات کیا ہوگی جس صاف اور ستھرے پانی کو تم نہیں پیتے۔ اسی سے حیوانات نباتات بلکہ کائنات کی زندگی ہے۔

وہاں سے بابا جی جیسلمیر۔ جودھپور رہوتے ہوئے اجمیر شریف پہنچے اور خواجہ قطب الدین صاحب چشتی کے جھونپڑے کو دیکھا۔ جسے ڈھائی دن کا پیر صاحب کا جھونپڑا کہتے ہیں۔ نیز خواجہ علاؤ الدین اور شمس الدین صاحب سے ملاقات کی۔ ان کے استفسار پر بابا جی نے کہا:۔

مہر مسیت۔ صدق مصلیٰ حق حلال قرآن + شرم سنت شیل روزہ ہوو مسلمان + کرنی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نماز + تسبیح سا تس بھاوسی نانک رکھے لاج + مسجد محبت ہے مصلیٰ صدق ہے۔ اور قرآن حق حلال ہے وغیرہ)

یارحم کی مسجد میں سچائی کا مصلےٰ بچھا کر حق حلال کا قرآن پڑھو۔ شرم کو سنت سمجھ کر حلم یعنی نرمی کا روزہ رکھ۔ تب سچے مسلمان ہو سکتے ہو۔ نیک اعمال کو کعبہ بناؤ۔ راستبازی کو مرشد کا کلمہ۔ پھر سخاوت کی نماز ادا کرو۔ اللہ کی رضا کی تسبیح پھیرو تب مسلمان کہلاؤ (گویا آپ نے تاکید کی کہ عبادت کے ساتھ نیک اعمال ضروری ہیں)

اجمیر شریف کی زیارت کے بعد کاتک سمت ۱۶۶۴ بکرمی میں پشکر تیرتھ کا میلہ دیکھنے کے لئے آپ وہاں چلے گئے۔ جہاں ہزاروں لوگوں نے آپ کا کلام سنا۔ پھر نصیر آباد دیوگڑھ۔ لودی پور ہوتے ہوئے دریائے سابھرمتی سے پار ہو کر کوہ آبو میں وارد ہوئے اور جین مت کے پیرؤوں کو اپنے کلام سے مستفید کیا۔ پھر جین مت کا مندر دیکھا۔ جو ایک قابل دید عمارت ہے۔ پھر شہر پٹن۔ ایدر۔ احمد نگر۔ ڈونگر پور۔ والس واڑہ ہوتے ہوئے دریائے مہی کو عبور کرتے ہوئے جاوڑا پہنچے۔ اور دریائے چنبل سے اتر کر مہدپور۔ اجین میں جا داخل ہوئے۔ پھر کالیشر مہادیو۔ جوتی لنگ۔ ہرشدی دیوی۔ اندور۔ داونکار۔ ہوشنگ آباد۔ نرسنگھ پور۔ بالا گھاٹ ہوتے ہوئے۔ ملک گونڈ کے شہروں۔ جنگلوں۔ پہاڑوں اور جھیلوں کی سیر کرتے ہوئے کوہ مہادیو سے اتر کر شہر سیونی کے مقام رام ٹیک پر پہنچے اور راجہ امریک کا جگ کرنے کا تالاب اور عالیشان قلعہ جو بہت بلند اور وسیع ہے اور ایک قدرتی پہاڑی کو تراش کر بنایا گیا ہے۔ ملاحظہ کیا۔ اسجگہ راجہ رامچندر جی کا مکان بھی بنا ہوا ہے۔ وہاں سے کامٹی ناگپور۔ وردھا۔ کوٹھاپور ہنگولی سے نامدیو بھگت کے پاس قصبہ آؤنڈہ میں پہنچے۔ نامدیو بھگت سے مذہبی بات چیت کر کے بلدانہ وملکاپور وغیرہ شہروں کی سیر کرتے ہوئے دریائے گوداوری کو عبور کر کے فتح آباد علاقہ حیدرآباد میں جا نکلے۔ اور شہر رنگر۔ کلاس۔ مینڈک۔ گولکنڈہ حیدرآباد دکن۔ امرآباد کی سیاحت کرتے ہوئے بدر شہر میں وارد ہوئے۔ یہاں کا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

پاس پہنچا۔ تو انہوں نے اسمیں کچھ بتاشے ڈالدیئے اور اوپر ایک پھول رکھ کر واپس کر دیا۔ جس سے یہ مطلب تھا کہ ہم ان فقیروں کے ساتھ شیر وشکر ہو جائینگے۔ اور اس پھول کے مانند کسی کے لئے بار خاطر نہیں ہوں گے۔

کہتے ہیں۔ کہ اس جواب سے خوش ہو کر حضرت بہاؤ الحق شاہ شرف اور خواجہ سومن دین سدا سہاگن جو اس زمانہ کے اولیاء اللہ اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ بابا جی سے ملنے آئے۔ فقیروں کی ملاقات ذکر الٰہی اور معرفت کی باتوں پر مشتمل ہوتی ہے پس آپسمیں خوب معرفت وحقیقت کی باتیں ہوتی رہیں۔ اور عجیب وغریب نکات عرفان کا انکشاف ہوا۔

بابا نانک جی نے ملتان میں چلہ کشی کی۔ اور ملتان کے مشہور ومعروف بزرگوں کے روضوں پر چلہ کاٹا۔

سجن ٹھگ کا قصہ

ملتان میں باباجی کے پاس جو روپیہ نذر ونیاز میں آتا تھا۔ وہ بھائی مردانہ کے ہاتھوں غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم ہوتا تھا۔ سجن ٹھگ جو بڑا عیار تھا اس نے خیال کیا کہ مردانہ خزانچی ہے۔ پس وہ مردانہ کے ساتھ بڑی خاطر داری اور اخلاص سے پیش آیا۔ اور اسے اپنے گھر لے گیا۔ یہ سراسر اس کا فریب تھا۔ گھر میں لیجا کر بھائی مردانہ کی مشکیں کس دیں اور اس سے خزانہ کا بھید پوچھنے لگا۔ باباجی کو اس ٹھگ کی شرارت اور مردانہ کی مصیبت کا حال معلوم ہو گیا۔ وہ فوراً بھائی بالا کو ساتھ لے کر اس ٹھگ کے مکان پر پہنچے۔ باباجی نے اپنے پند و وعظ کا سلسلہ شروع کیا۔ باباجی کے کلام کا اس ٹھگ پر ایسا اثر ہوا۔ کہ اس کا دل پانی پانی ہو گیا اس نے فوراً مردانہ کو رہا کر دیا۔ اور اپنے افعال بد سے توبہ کی نیز اپنے کئے کی گورو

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

شفاف اور میٹھے پانی کا چشمہ نکل آیا۔ لوگ آپ کی کرامت کے قایل ہوگئے۔ باباجی
نے اس چشمہ کے گرد اگرد ایک دیوار بنوادی اور اسے ایک تالاب کی شکل بنا کر اسکی حفاظت
ماہی بھگت کے سپرد کردی چنانچہ اس تالاب کا نام بھی ماہی سر مشہور ہو گیا۔ اس
پہاڑ کے لوگ گورو نانک جی کو اپنا گورو مانتے ہیں اور ماہی بھگت کی اولاد کے
ہاتھ سے کڑاہ پرشاد باباجی کے نام پہ تقسیم کراتے ہیں۔

آتش پرستی مت کرو

اس کے بعد آپ علاقہ سرمور و گڑھوال میں پہنچے۔ جسے آج کل ڈیرہ دون
کہتے ہیں اور منصوری چکرونہ وغیرہ مقامات کی سیر کرتے ہوئے اوتر کاشی
میں گئے۔ یہ جگہ بڑے بڑے رشیوں اور منیوں کی عبادت کا مقام تھا۔ اور بہت
سے بھگت اور عابد لوگ یہاں عبادت میں مشغول تھے۔ اس علاقہ کے لوگ عام
طور پر آگ۔ پانی اور ہوا کی پرستش کرتے تھے۔ آپ نے اپنے وعظ و نصیحت اور
اپدیش کے ذریعے لوگوں کو آتش پرستی سے منع کیا۔ اور ہوا پانی۔ دریا۔ اور
سورج وغیرہ کی پوجا سے روکا۔ اور کہا۔ کہ سوائے اس خدائے واحد کے جو ابدالآباد
رہیگا۔ اور ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور کسی چیز کی عبادت کرنا داخل گناہ ہے۔ سوائے
اس کی ذات کے اور کوئی سزاوار عبادت نہیں۔ آپ ان لوگوں کو یہ ہدایت
کر کے جمنوتری۔ گنگوتری اور سری نگر ہوتے ہوئے بدری نرائن تشریف لے
گئے۔ وہاں برہمنوں اور مہنت راول کو عبادت الٰہی کی تلقین کرکے بھیم کوٹ
نامی پہاڑ پر جا چڑھے۔ یہ پہاڑ بڑا خوشنما ہے۔ اس کا منظر دلفریب اور دلکش
ہے۔ اس کی ساتوں چوٹیوں کی سیر کے بعد رانی کھیت۔ املوڑہ ہوتے ہوئے
نینی تال میں جا نکلے۔ اس علاقہ میں ایک وسیع جنگل تھا۔ جس کا نام گورکھ متا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

کوئی اس کے دام فریب میں پھنس گیا وہ عذاب کے تاریک گڑھے جاگرا۔ اور جو مرشد کامل یا گورو کی نظر توجہ سے اس کے فریب سے بچے رہتے ہیں وہ ہمیشہ خوش رہتے ہیں۔ اور انہیں دین و دنیا میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

پھر بھائی مردانہ نے سوال کیا کہ یہ دنیا باوجود اتنی عمر کے ضعیف اور بوڑھی کیوں نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اے مردانہ جو لوگ مرد خدا ہیں وہ اسے قبول نہیں کرتے بلکہ اس سے ہمیشہ نفرت کرتے ہیں اور جو لوگ اسے قبول کرتے ہیں وہ مرد نہیں ہوتے اُن سے یہ مغلوب نہیں ہوسکتی بلکہ اُن کو مغلوب کر لیتی ہے اور اُن پر سوار رہتی ہے۔ اس لئے آج تک کوئی اس پر غالب نہیں ہوا۔ نہ کسی نے اس کو زیر کیا اور یہی وجہ ہے کہ یہ نوجوان اور کم سن معلوم ہوتی ہے۔

چوتھا سفر

سفر مکّہ شریف

اس امر کے بار بار دھرانے کی ضرورت نہیں۔ کہ بابا نانک جی کو فقراء سے خاص اُنس تھا جس جگہ کوئی مشہور درویش و ولی اللہ ہوتا۔ فوراً اس جگہ پہنچتے۔ اور اس کی ملاقات اور کلام سے دل خوش کرتے نیز اپنے کلام اور دیدار سے درویشوں کے دلوں کو مسرور کرتے۔ یہ اہل اللہ کے پاس جاتے اور اللہ کے بندے ان کے راستہ میں آنکھیں بچھاتے۔ دھوم دھام سے استقبال کرتے۔ بھائی مردانہ جی نے ایک روز عرض کی کہ آپ کو درگاہ ایزدی میں باریابی حاصل ہوئی۔ مگر آپ ہم کو تو ساتھ نہیں لے گئے۔ اچھا ہم کو مکّہ معظمہ اور کعبہ شریف کی زیارت کرا دیجئے۔ باباجی نے کہا کہ مردانہ! اب جلدی ہی ہم بیت اللہ شریف کی زیارت کو چلینگے اور تم کو خانہ کعبہ

اورمدینہ شریف دکھائینگے۔ ہماری عین تمنا ہے۔ کہ ہم اس خطۂ پاک کی دید سے اپنی آنکھوں کو مسرور اوردل کو محظوظ کریں۔ جو سرچشمۂ توحید ہے اور جس خاک پاک کے ذرات کو پیغمبر صاحب صلعم کی کفش اور پائے بوسی کا شرف حاصل ہے۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ اُس ارض مقدس کو دیکھیں جس کے ہر سنگ ریزہ اور ذرۂ خاک سے الا کا آواز آتا ہے اور جس کے دیار وامصار کے در و دیوار سے تا قیامت اللہ اکبر کی صدائے آتی رہیگی۔ ہماری عین خوشی ہے۔ کہ اس حصہ عالم کو دیکھیں جہاں کے لوگ قیامت تک ماسوائے اللہ کی ذات کے کسیکو سجدہ نہیں کریں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جلد سے جلد ہمیں یہ شرف حاصل ہو۔ ہماری دلی منشا ہے کہ ہم اس پاک مقام کی زیارت سے مشرف ہوں۔ جہاں خداوند تعالیٰ کا نور فاران پہاڑ کی چوٹیوں پر چمکا اور پھر اس کی چمک سے مشرق او مغرب جگمگا اٹھا۔

چنانچہ باباجی نے جلدی ہی اس مبارک سفر کا مصمم ارادہ کرلیا اور حسب وعدہ بھائی مردانہ کو ہمراہ لےکر ایمن آباد ہوتے ہوئے وزیرآباد پہنچ گئے۔ وزیرآباد سے آپ جہانگیر شاہ صاحب کے پاس گجرات گئے اور انہیں مل کر کوہ رہتاس پر چلے گئے۔ وہاں بھائی مردانہ کی درخواست پر ایک چشمہ نکالا جو قلعہ رہتاس کی دیوار کے پاس اب تک موجود ہے۔ رہتاس سے چل کر آپ ٹیلہ بال گدائی پر پہنچے جو چار کوس بلند ہے۔ وہاں کن پھٹے جوگیوں سے ملاقات کی۔ ان سے حبس دم کے متعلق کچھ بحث مباحثہ بھی کیا۔ باباجی نے ان کی تسلی کے لئے کچھ شبد بھی اُچارن رکئے۔ آپ کے کلام کو سنکر آخروہ کن پھٹے جوگی آپ کے قایل ہوگئے۔

پھر پنڈ دادنخان۔ ڈیرہ اسمعیلخان۔ ڈیرہ غازیخان سے ہوتے ہوئے جام پور۔ راجن پور کوٹ مٹھن کے راستے سکھر پہنچ گئے۔ اور وہاں سے شکارپور۔ لاڑکانہ۔ کوٹڑی۔ سندھ کی سیر کرتے ہوئے کراچی بندر جانکلے۔ اس زمانہ میں سندھ کے لوگ تمام بت پرست تھے

مذکورہ نانک جی نے جابجا پند و وعظ کے ذریعے بت پرستی کی ممانعت کی اور ایک خدا کی پوجنے کی ہدایت کرتے رہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے وعظ و پند کا اچھا اثر ہوا۔ اور بہت لوگوں نے بت پرستی ترک کر دی۔

بابا نانک جی حاجیونکے لباس میں

کراچی سے آپ ملک بلوچستان کو روانہ ہوئے۔ اور شہر قلات سے گذر کر بم پور پہنچے۔ وہاں سے بعبور دریائے شور یعنی بحری راستہ کے ذریعے ملک عرب میں داخل ہوئے۔ ملک عرب میں پہنچکر آپ نے بمع بھائی مردانہ کے حاجیوں کا لباس زیب تن کیا اور حاجیوں کے لباس میں آپ شہر ظفار۔ عطب۔ مقالہ۔ عدن۔ تخز۔ صفا سے ہوتے ہوئے کمال محبت اور دلی اخلاص کا احرام باندھے سنہ ۱۵۷۵ بکرمی میں خاص مکہ معظمہ میں پہنچگئے بیت اللہ شریف کی آپ نے سیر ہوکر زیارت کی۔ بہت دنوں تک وہاں رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ عین حج کے موقعہ پر وہاں پہنچے۔ کیونکہ سکھوں کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ آپ وہاں حاجیوں کا لباس پہن کر گئے۔

آپ دنیا میں ایک اعلیٰ مشن لے کر آئے تھے۔ یعنی تبلیغ توحید۔ آپ کا مشرب صلح کل تھا جو آپ کی تمام زندگی میں آپ کا طرۂ امتیاز بنا رہا۔ نیز جس جگہ گئے بزمی اور محبت کے ساتھ لوگوں کو بت پرستی سے منع کرتے رہے۔ اور ہر علاقہ کے لوگوں کو علی الاعلان خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش کی ہدایت و تلقین سے کبھی آپ نے منہ نہیں موڑا۔

چونکہ بابا جی نے خاص محبت اور عقیدت سے سفر حج اختیار کیا تھا۔ اس لئے کسی ایسے واقعہ کا ان کی ذات سے منسوب کرنا جو وہاں کے لوگوں کی دل آزاری کا باعث ہو سراسر غلط ہے اپنے عقیدہ اور ارادت کا پورا اظہار کرنے کے لئے انہوں نے خود بھی حاجیوں کا چولا پہن لیا اور مردانہ کو بھی پہنا دیا تھا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]

آہ سے ظالم کی بربادی بھی ایک دن درجۂ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے۔ جو حاکم نشۂ حکومت میں چور اور عیش و عشرت میں غرق رہے۔ وہ دوزخ کی آگ کا ایندھن بنتا ہے۔ اے غافل خبردار ہو۔ کہ زمانہ ہمیشہ ایک طرح نہیں رہتا نیک اعمال انسان کے لئے باعث عزت و فخر ہیں لیکن بداعمالیاں انسان کے لئے باعث رسوائی و لعنت ہیں جس نے غفلت کی۔ اللہ کو بھلا دیا۔ وہ عذاب میں گرفتار رہو گا۔ بیٹا۔ بیٹی۔ بھائی رشتہ دار کوئی بھی مرنے کے بعد کام نہ آئیگا۔ صرف نیک اعمال کام آئیں گے۔ پس توبہ کرنے میں جلدی کرو۔ طاقت اور زور کے بل پر دوزخ کی آگ اپنے اوپر بلند نہ کرو شاہ و گدا۔ پیر پیغمبر۔ اولیا۔ حکیم سب اس جہان سے گذر گئے۔ ہاں نیکوں کا نیک نام باقی رہ جاتا ہے اور بدوں کا بد۔ ؎

زندست نام فرخ نوشیرواں بعدل گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند
قاروں بمرد آنکہ چہل خانہ گنج داشت نوشیرواں نمرد کہ نام نکو گذاشت

نوشیروان کا نیک نام عدل و انصاف کی برکت سے زندہ ہے۔ اگرچہ اسے جہان سے گذرے بہت مدت ہوگئی۔ قارون جو چالیس خزانوں کا مالک تھا مرگیا۔ نوشیروان نہیں مرا۔ کیونکہ وہ نیک نام چھوڑ گیا ہے۔

غفلت اور معصیت سے انسان بازی ہار دیتا ہے۔ انسان کے لئے لازم ہے۔ کہ ہوشیار اور بیدار رہے۔ کیا ہی پیارا پیارا معرفتِ کردگار سے بھرا ہوا شعر ہے ؎

جاگنا ہے تو جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
حشر تک سوتا رہیگا خاک کے سایہ تلے

بُرے کاموں سے توبہ کرو۔ اور ایسی توبہ کرو۔ کہ پھر اُن کے نزدیک تک نہ جاؤ۔

دردمندانِ گناہ را روز و شب
شربتے بہتر ز استغفار نیست

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

بابا جی شہر حلب میں
ایک تاریخی غلطی کی تصحیح

تواریخ گورو خالصہ میں مرقوم ہے۔ کہ بابا جی بغداد شریف سے، حلب میں پہنچے۔ اور وہاں آپ کی پیران پیر حضرت محی الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ مگر یہ ایک تاریخی غلطی ہے۔ جو ناواقفیت کی بنیاد پہ داخل کتاب ہوگئی ہے۔ کیونکہ پیران پیر صاحبؒ بابا نانک صاحب سے بہت پہلے گذرے ہیں۔

حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ گیارھویں صدی عیسوی میں ہوئے ہیں اور بابا نانک صاحب سولھویں صدی میں۔ کیونکہ بابر بادشاہ نے ۱۵۲۶ء میں ہندوستان پہ حملہ کیا تھا۔ اور یہ امر تاریخی طور پہ ثابت ہے۔ کہ بابر بادشاہ اور بابا نانک دیوجی کی ملاقات ایمن آباد ضلع گجرانوالہ میں ہوئی۔

خود مصنف تاریخ گورو خالصہ نے اپنی تاریخ کے شروع میں لکھا ہے۔ کہ بابا نانک صاحب نے بھائی مردانہ کے ہمراہ ۱۵ جیٹھ سمت ۱۵۷۱ بکرمی میں سفر مشرق و مغرب اختیار کرنے سے پیشتر اپنی حیات کے دوراولین میں پاکپتن شریف کا سفر کیا۔ اور بابا فرید صاحب کے میلہ پہ فقیروں کے ملنے کے لئے گئے۔ بلکہ یہاں تک بھی لکھا ہے۔ کہ وہاں شیخ ابراہیم صاحب سے۔ (جو بابا فرید صاحب کے سجادہ نشین وگدی نشین تھے) بہت باتیں ہوئیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بابا نانک صاحب بابا فرید شکر گنج صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بعد ہوئے ہیں۔ ہاں بابا فرید صاحب کی ذات ستودہ صفات اور آپ کے کلام معجز نظام سے بابا نانک جی کو جو اخلاص تھا۔ وہ خود گرنتھ صاحب سے عیاں ہے۔ یہی شوق

[illegible]

حلب و دیار بکر ہوتے ہوئے دریائے فرات کو عبور کر کے سواس میں پہنچے۔ وہاں سے ملک ایران میں داخل ہو کر شہر طہران میں جا نکلے۔ حاکم ایران کو پند و نصیحت دیکر نیکی کرنے کی ہدایت کی۔ پھر شہر اصفہان و نیروسی کے راستے ملک افغانستان کے شہر ہرات میں پہنچے۔ حاکم ہرات جو چنگیز خان کی نسل سے تھا۔ آپ کی شہرت سنکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس وقت حاکم مذکور آپ کے پاس آیا کہتے ہیں کہ آپ اُس وقت برہنہ سر بیٹھے تھے۔ چنانچہ حاکم ہرات نے اپنا تاج پیش کیا۔ باباجی نے کہا۔ کہ ہمارے سر پر ترک دنیا، ترک عقبیٰ اور ترکِ ترک کے تاج ہیں۔ آپ نے اُسے بہت اچھی اچھی نصیحتیں دیں اور رعایا کے ساتھ عدل و انصاف اور رحم سے پیش آنے کی ہدایت کی۔ ہرات سے آپ بخارا کو روانہ ہو گئے اور وہاں بھی حسب عادت اولیاء اللہ کے مقبروں پر الگ بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مصروف رہتے اور چلہ کشی کرتے رہے۔

بھائی مردانہ کی موت

باباجی ہر وقت "اللہ" کے ذکر میں غرق رہتے۔ بھائی مردانہ بھی اُن کی صحبت میں رہ کر دنیا کے علایق سے منقطع ہو چکا تھا وہ بھی "اللہ" کے ذکر و فکر میں ڈوبا رہتا۔ اِس حقیقت نفس الامری سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ ذکر الٰہی انسان کو صاف باطن بنا دیتا ہے بابا نانک صاحبؒ کی صحبت میں بھائی مردانہ بھی درویش صفت اور صوفی منش انسان بن چکا تھا۔ اسے بھی محبت الٰہی اور عشق حقیقی کا غلبہ تھا۔ یہ عشق تھا۔ جو اِن بزرگواروں کو بیت اللہ شریف انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے روضوں اور مقبروں پر لئے پھرتا تھا۔ وہ جب مکہ شریف۔ مدینہ منورہ بغداد شریف اور بخارا شریف کے اولیاء اللہ کی زیارت کر چکے۔ تو مردانہ کا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

چاہیے۔ مگر آپ نے انہیں بھی لینا منظور نہ کیا۔ پھر بادشاہ نے سمرقندی بھنگ پیش کی اور خوشی خوشی آپ کو رخصت کیا۔

بعد ازاں باباجی سخی سرور صاحب سے ملتے ہوئے براستہ ساہو وال سمت ۱۵۷۹ بکرمی میں کرتار پور پہنچ گئے۔ کہتے ہیں کہ سخی سرور سلطان ایک صاحب کرامت جاٹ فقیر تھے اور بابا نانک جی سے انہیں کمال عقیدت و ارادت تھی۔ باباجی کو بھی اُن سے پوری محبت اور اخلاص تھا۔ نگا ہا دھونکل میں دونوں فقیروں کی یادگاریں بنی ہوئی ہیں اور وہاں ہر سال سخی سرور کا میلہ بھی لگتا ہے۔ پنجاب کے بہت سے قصبات اور دیہات میں سخی سرور کی یادگاریں بنی ہوئی ہیں۔ جہاں ہر سال سخی سرور صاحب کا میلہ لگتا ہے۔ ہندو مسلمان عورتیں اور مرد چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ اور منتیں مانتے ہیں۔

اس سفر سے جب آپ واپس کرتار پور پہنچے تو آپ کی واپسی کے تھوڑے دنوں بعد ۱۳ ماہ کتک سمت ۱۵۹۰ بکرمی کو آپ کی والدہ انتقال کر گئیں اور بیس روز بعد آپ کے والد کالو چندجی نے بھی اس دنیا سے کوچ کیا۔

اب باباجی پھر سفر پر کمربستہ ہوئے۔ اور موضع اچل تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور میں رشو راتری کا میلہ دیکھنے چلے گئے۔ وہاں کن پھٹے جوگیوں سے آپ کو ملاقات کا موقع ملا اور اُن سے یوگ ابھیاس (حبس دم) کے متعلق بحث مباحثہ کرتے رہے۔ وہاں سے ہردوار تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ پانڈوں کے کہنے سے لوگ پورب کی طرف منہ کر کے پانی اچھال رہے ہیں۔ آپ نے فوراً پچھم کی طرف منہ کر کے دریا کا پانی اچھالنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر پانڈوں نے کہا۔ کہ ہم تو پتروں کو پانی دلواتے ہیں۔ اسپر بابا نانک دیوجی نے فرمایا کہ کرتار پور میں میرے کھیت ہیں میں اُن کو پانی دیتا ہوں۔ جس طرح تمہارا پانی تمہارے مُردوں کو پہنچ جاتا ہے اسی طرح

ہمارا پانی بھی کھیتوں تک پہنچ جائیگا۔ یہ جواب سنکر پانڈے خاموش ہو گئے۔

باباجی کا سفر آخرت

ہردوار سے آگے ملک مالوہ کی سیر کرکے آپ کرتارپور واپس آگئے اور اپنی باقی عمر وہاں گزاری۔ آپ کا وقت اس طرح کٹتا۔ کہ دن کو وعظ نصیحت کرنے اور واحد خدا کی پرستش کی تلقین میں مصروف رہتے۔ رات کو عبادت الہٰی میں مشغول رہتے۔ لنگر جاری تھا جس سے مسافر غریب فقیر حاجتمند سبکو کھانا ملتا۔ دور دور کے علاقوں سے لوگ آپکے درشن اور زیارت کو آتے۔ باباجی سبکو ایک خدا کے پوجنے اور اسی کی پرستش کرنے کی تعلیم دیتے رہتے۔ گویا توحید پرستی آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ آپ کی تعلیم یہ بھی ہے کہ جوگ یا فقر بدن پر راکھ ملنے یا سر منڈانے اور ٹلنگی باندھ کر بیٹھنے یا جنگلوں میں چلے جانے سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ دنیا میں رہ کر راستبازی اختیار کرنے۔ خواہشات نفسانی سے بچنے اور مرشد کامل کی رہبری و تابعداری سے فقر حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ مولانا روم صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

خدا سے غافل ہوجانے کا نام دنیا ہے۔ ورنہ دولت یال چاندی۔ سونا۔ اہل و عیال دنیا نہیں ہیں۔ اگر انسان کسب حلال سے روزی کماتا اور اس سے محتاجوں غریبوں کی مدد کرتا ہے۔ نیز اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا ہے۔ تو اس کے یہ تمام اعمال اور کرم اس کی نجات کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ عیالداری انسان کو بے حیائی سے بچاتی ہے۔ جس کی کمائی سے محتاجوں اور ناتوانوں کو مدد ملتی ہے۔ وہ بہت بڑا عبادت کا کام کرتا ہے۔

بابا جی کی تعلیم میں بار بار اس امر کی تاکید ہے کہ کسی مرشد کامل اور سچے ہادی کی تلاش کرو بغیر مرشد اور ہادی کے راستہ نہیں ملیگا۔ اور نہ ہی نجات حاصل ہوگی

بابا نانک جی نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ ایسے مسلمان بھی ہیں۔ کہ نماز پڑھتے ہیں۔ مگر ظلم سے مال کھاتے ہیں۔ ایسے ہندو بھی ہیں جو گلے میں زنار (جنیو) رکھتے ہیں۔ ماتھے پر تلک لگاتے ہیں مگر ہاتھ سے ظلم کی چھری چلاتے ہیں۔ ظلم کی کاتی (قلم) سے کیا ہندو یا مسلمان سب گورات دن ذبح کرتے ہیں۔

کہتے ہیں۔ کہ ہم جانوروں کا ماس نہیں کھاتے۔ مگر انسانوں کا خون تک پی جاتے ہیں۔ ایسے گندم نما جو فروشوں سے خدا بچائے۔ ؎

تسبیح بدست زاہد چشمش بمال مردم
این کافر مسلماں دیدم نہ دیدہ بودم

ترجمہ:۔ بظاہر پرہیزگاروں کی شکل بنائے ہاتھ میں تسبیح لئے بھگتی اور عبادت میں مصروف رہتے ہیں مگر ان کی نظر لوگوں کے مال پر ہوتی ہے۔ یہ مومنوں کی شکل والے اور کافروں کی کرتوت والے آدمی ایسے ہیں کہ ان کی مثال دیکھنے میں نہیں آتی۔

گرنتھ صاحب اور دیگر سکھی کتابوں کے مطالعہ سے پایا جاتا ہے۔ کہ بابا صاحب اپنے پیروؤں کو عبادت و ریاضت کرنے اور نام جپنے کی بار بار تاکید کرتے ہیں۔ ظاہری رسوم کی پابندی اور نمود و نمائش کو جس میں حقیقت اور خلوص کا نام نہ ہو۔ اچھا نہیں سمجھتے باطل پرستی توہم پرستی۔ اور بت پرستی سے انہیں نفرت تھی۔ چنانچہ ایک ہندو ساہوکار نے ایک دفعہ برہم بھوج کیا۔ یعنے برہمنوں کی ضیافت کی۔ اتفاقاً بابا نانک جی بھی وہاں موجود تھے۔ ان کو بھی اس کھانے میں مدعو کیا گیا۔ اتفاقاً عین کھانے کے وقت پر ساہوکار کے گھر بیٹا پیدا ہوا۔ برہمنوں نے کہا۔ کہ سوتک کی وجہ سے ہم کھانا نہیں کھاتے۔ بابا

نانک صاحب نے اس وقت ایک شبد کہا جو حسب ذیل ہے :-

جے سوتک منی اے سبھ تے سوتک ہو　　گوہے اتے لکڑی اندر کیڑا ہو

جیتے دانے ان کے جیاں با جہ نہ کو　　پہلا پانی جیو ہے جت ہر یا سب کو

سوتک کیونکر رکھی لے سوتک پوے رسو　　نانک سوتک ایو نہ اُترے گیان اُتارے دھو

یعنی - اگر سوتک مانا جائے - تو اوپلوں اور لکڑی میں کیڑے ہوتے ہیں - اناج کے جتنے دانے ہیں - جانداروں سے کوئی بھی خالی نہیں ان کی پیدائش کا سلسلہ ہر جگہ جاری ہے - سب سے پہلے پانی کو دیکھو جس سے ان کی زندگی ہے - وہ کیڑوں سے بھرا ہوا ہے - جب رسوئی تک بھی سوتک سے خالی نہیں تو اس سے پرہیز کیسا - اے نانک سوتک سوائے گیان کے نہیں اتر سکتا -

غرض گورو نانک جی کی تعلیم تصوف کی تعلیم تھی - وہ خود بھی ریاضت اور بھگتی کرتے اور دوسروں کو بھی اسکی ترغیب دلاتے - لوگوں کو اصنام پرستی اور توہم پرستی سے روکتے - شب و روز اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے - تمام عمر لوگوں کو حق پرستی کی تعلیم دیتے - اور خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کی ہدایت کرتے رہے -

شروع سے ہی انہوں نے اپنی زندگی کا مشن یہی قرار دیا تھا - تمام عمر اسکی تبلیغ کرتے رہے - آخر اسی مشن کی تبلیغ کرتے ہوئے وہ سنہ ۱۵۹۶ بکرمی مطابق سنہ ۱۵۳۹ء مطابق سنہ ۹۹۳ ہجری المقدس اکہتر سال دس ماہ اور دس دن کی عمر میں دہم ماہ اسوج کو اس دارِ ناپائیدار سے رحلت کر گئے - اور اپنی جگہ گورو انگد جی کو جو آپ کے نہایت تابعدار اور جان نثار مرید تھے گدی نشین کر گئے -

باباجی کی وفات کے بعد ان کی نعش پر ہندو مسلمانوں میں جھگڑا ہوا - ہندو چاہتے تھے - کہ نعش کو جلا یا جائے - مسلمان چاہتے تھے - کہ دفن کیا جائے - کیونکہ باباجی ایک صوفی مسلمان تھے - باہمی تنازعہ بہت بڑھ گیا اور جھگڑے نے طول پکڑا

آخر جب اندر جاکر دیکھا گیا۔ تو نعش غایب تھی۔ صرف چادر اور کچھ پھول وہاں پڑے تھے۔ آدھی چادر ہندوؤں نے لے کر جلادی۔ اور آدھی مسلمانوں نے لیکر دفن کردی۔

بابا نانک جی کا مذہب

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام
با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

اس میں کلام نہیں کہ باباجی صوفی منش آدمی تھے۔ ان کا مذہب وہی تھا۔ جو حضرت حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا شعر میں بوضاحت بیان کر دیا ہے۔ یہ شعر کیا ہے۔ دریا کو کوزہ میں بند کر دکھایا ہے۔ اور معرفت حقیقی کو نہایت پسندیدہ اور مقبول الفاظ کے جامہ میں ملبوس کر دیا ہے۔ اہل نظر اور صاحب بصیرت لوگ اس راز سے واقف ہیں۔ کہ جب فقیر "اللہ" کے ذکر میں غرق ہوجائے اور مقام فنا تک پہنچ جائے۔ تو مذاہب کی ظاہری قیود اور پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ لیکن اس مقام پر پہنچکر اسکی اندرونی صفائی کا یہ عالم ہوتا ہے۔ کہ آئینۂ دل میں اُسے حقیقی روشنی اور ضیا کی چمک نظر آتی ہے۔ خودی۔ تکبر۔ حرص۔ ہوا۔ شہوت۔ بدکاری۔ جھوٹ۔ یہ سب اس سے چھوٹ جاتے ہیں۔ اور سب کچھ وہ چھوڑ بیٹھتا ہے۔ شب و روز یاد الٰہی میں بیٹھا ذکر الٰہی کے مزے لوٹتا ہے۔ اسکی نظر میں ہندو مسلمان سکھ۔ عیسائی سب یکساں ہوتے ہیں وہ خیال دوست میں مگن اور سرشار رہتا ہے۔ اس کے دل میں تصور حقیقی کا نقش مرکوز ہوتا ہے۔ اسکی حالت پر مندرجہ ذیل شعر صادق آتا ہے ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

یہ خیال حقیقی کے نور سے اس کا دل روشن ہوتا ہے۔ اور اس کے اندر عشق حقیقی کا

ذخّار سیپم کی نہریں مارتا ہے۔ سلطان الاولیا حضرت سلطان باہو صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

الف۔ ایہہ تن رب سچے دا حجرہ وچ پا فقیرا جھاتی ہو   نہ کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ہو
شوق دا دیوا بال ہنیرے متاں لبھے وست کھڑاتی ہو   مرن تھیں مر رہے اگے باہو جنہاں حق دی رمز پچھاتی ہو

فقیر کا وجود اللہ تعالیٰ کا مقام اور مکان ہے۔ خضر علیہ السلام جو چشمہ آب حیات کے رہنما اور واقفکار ہیں اُن کی منت سماجت کی تجھے ضرورت نہیں۔ تیرے اندر آبحیات کا چشمہ ہے۔ عشق الٰہی اور محبت ایزدی کا چراغ روشن کر جو چیز دنیا کی آلائشوں اور ناپاکیوں کی وجہ سے گم ہو گئی ہے۔ وہ محبت الٰہی کے چراغ کی روشنی سے پھر مل جائیگی۔ اس کی تلاش اور وصل حق کا ایک ہی راستہ ہے۔ یعنی تلاش حق میں قبل از موت فنا ہو جانا اس سے بڑھ کر اور نسخہ کیمیا نہیں ہے۔ سچ ہے ؎

جینندے اندر عشق دی رتی رہن سدا متوالے ہو   دونویں جہان نصیب تنہاں دے باہو جنہاں ذاتی اسم کمائے ہو

صوفیائے کرام سے انتہائی اخلاص

اللہ کے ذکر کو درویش اسم ذات کا ذکر کہتے ہیں۔ اور یہی ذکر ہے۔ جو ان کو اعلیٰ روحانی درجات کا مالک بنا دیتا ہے۔ بابا نانک دیو جی کی زندگی پر سرسری نظر ڈالنے سے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ انہیں مسلمان صوفیائے کرام سے انتہا درجہ کا اُنس اور لگاؤ تھا۔ اور اگر اُن کی سوانح عمری کو نظر غائر سے دیکھا جائے۔ تو حق بین نگاہ فوراً تاڑ جائیگی۔ کہ بابا نانک جی حضرت بابا فرید صاحب شکر گنج رحمتہ اللہ جیسے عالی پایہ اولیاء اللہ کے ساتھ دلی ارادت۔ قلبی اخلاص اور روحانی عقیدت رکھتے تھے۔ نہ صرف آپ ہی ان اولیائے عظام کے مخلص عقیدت مند تھے۔ بلکہ آپ کے جانشین بھی ایک مدت تک گورو نانک جی کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ چنانچہ سکھ صاحبان کیا۔ بلکہ تاریخ دان ہندو مسلمان بھی

پابندیوں سے آزاد ہو گئے۔ اور جن کی بزرگی اور تقدیس کے ہندو مسلمان قائل ہیں۔
خود مصنف کے وطن مالوف قصبہ رسول نگر المعروف رام نگر ضلع گوجرانوالہ میں ایک مشہور ولی

بابا گلاب شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ہو گذرے ہیں۔ رام نگر کے ہندو مسلمان ان کی بزرگی کے قائل ہیں۔ آپ شب روز حالت استغراق میں بیٹھے رہتے۔ اسی حالت استغراق میں نیند بھی کر لیتے ہونگے قصبہ رام نگر کے کئی ایک ہندو خاندانوں نے اُن سے دنیوی فیضان حاصل کیا چنانچہ نگی ساہوکاروں کا خاندان اب تک سائیں گلاب شاہ صاحب مرحوم کا ویسا ہی ارادتمند ہے۔ سالانہ عرس پر ہندوؤں کے لنگر کا انتظام بھی انہیں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے چھوٹے بڑے مرد عورت سب اسی ارادت سے سلام کے لئے جاتے ہیں۔ جھاڑو دیتے ہیں صفائی کرتے ہیں۔ سائیں صاحب علیہ الرحمۃ کی نشستگاہ کو پاک کرنا۔ حقہ کو صاف کرنا انہوں نے آجتک نہیں چھوڑا۔ ایک سفید ریش ہندو ساہوکار جنہیں بھگت جی کہتے ہیں۔ اب تک پا برہنہ علی پور (اکال گڑھ) سے اول تو ہفتہ میں دو بار ورنہ جمعرات کو بالضرور آکر چراغ روشن کرتے ہیں اور جھونپڑی کی صفائی کرتے ہیں کیوں؟ وہ اُن بزرگوں کے فیضان باطنی سے مستفیض ہو چکے ہیں۔ کوئی طاقت اُن کی ارادت کو توڑ نہیں سکتی۔

بابا گلاب شاہ صاحب کی ایک کرامت کا یہاں ذکر کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ رام نگر کے گرد و نواح میں ایک گاؤں بہروپ گڑھ نامی ہے۔ وہاں ایک طاقتور سکھ کو اس کے رشتہ داروں نے مار ڈالا سکھ تھانیدار نے دوران تفتیش میں مقدمہ کو کمزور کر دیا۔ مقتول کی بیوہ نے پوری کوشش اور مردانگی سے افسران بالا تک تمام کیفیت پہنچا دی اور تھانیدار کو علی الاعلان کہا۔ کہ تم کو نہیں چھوڑونگی۔ چنانچہ تھانیدار معطل ہو گیا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

گورو نانک جی کبھی کسی مذہب کے پیشوا یا مقتدا کو بُرا نہیں کہا۔ اور تمام حق پرست لوگوں کا یہی شیوہ رہا ہے۔

دوسروں کے معبودوں اور بزرگوں کو بُرا نہ کہو۔ تاکہ وہ تمہارے سچے خدا کو بُرا نہ کہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ آج روے زمین پر کروڑوں آدمی بدھ کے ماننے والے ہیں۔ کروڑوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا نجات دہندہ جانتے ہیں۔ کروڑوں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسم مبارک کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ لاکھوں بابا نانک صاحب کے سکھ ہیں۔ کروڑوں کرشن جی اور رام چندرجی کے نام پر فدا ہیں کیوں؟ اس لئے کہ یہ مقدس ہستیاں اپنے اپنے وقت میں تبلیغ حق کرکے لوگوں کو راہ توحید اور صراط مستقیم دکھلا گئیں۔ جو فرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ذمہ لگایا گیا تھا۔ اسے انہوں نے ادا کیا۔ پس زمانہ قیامت تک ان کے نام پر تقدیس کے پھول چڑھاتا رہیگا کسیکو حق نہیں ہے کہ کسی مذہب وملت کے بزرگان دین کو بُرا کہے۔ مسلمان "وَلِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" کے معنوں سے بخوبی واقف ہیں۔ یعنی ہر ایک قوم کے لئے ایک ایک ہادی اور رہنما بھیجا گیا۔ پس وہ سب لائق تکریم اور قابل تعظیم ہیں۔ جو ایسے پاک سیرت اور نیک منش لوگوں کو بُرا کہے وہ حقیقت میں خود بُرا ہے۔ اور برائی کا بیج بوتا ہے۔ کیونکہ اس کی تحریر و تقریر سے دنیا میں فساد پھیلتا ہے۔ اور یاد رکھو۔ کہ خدا مفسدوں کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ اور نہ ہی ایسے لوگ خدا کے مقبول بندے ہوسکتے ہیں۔

بابا نانک جی نے تلاش حق میں دور دراز کے سفر اختیار کئے۔ لیکن اپنے وطن مالوف کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ سچ ہے۔ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ وطن کی محبت دھرم اور ایمان کا نشان ہے ؎

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر — خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسفؑ کہ بہ مُلکِ مصر شاہی میکرد — میگفت گدا بودنِ کنعان خوشتر

[redacted]

[illegible]

پس تمہارے فیض کا دروازہ بھی ہر مذہب و ملت کے آدمیوں پر کھلا رہنا چاہیئے۔ ہندوؤں کے لئے الگ خدا نہیں۔ مسلمانوں کا کوئی جدا سورج نہیں۔ سب ایک ہی چشمے سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ کنوئیں اور چشمے کا پانی کسی مذہب و ملت کے آدمیوں پر بند مت کرو۔ دوسروں کی دل آزاری سے تمہیں کوئی فایدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہاں اس سے ناراضگی اور عناد کا پیدا ہو جانا لازمی ہے۔ پس اس بد عادت سے پرہیز کرو۔ بزرگوں۔ اولیاؤں پیروں پیغمبروں۔ رشیوں۔ منیوں۔ مذہبی پیشواؤں کی عزت کرو۔ ایسا کرنے سے تمہاری بھی عزت ہوگی۔ اگر تم کسی مذہب کے بزرگوں۔ پیشواؤں یا مقتداؤں کو بُرا کہوگے۔ تو اُنکا کچھ بگڑ نہیں سکتا۔ نہ ہی ان کی عزت اور رتبہ میں کچھ فرق آسکتا ہے۔ البتہ تم اپنی زبان اور اخلاق کو بدگوئی سے آلودہ کروگے۔ اپنی روحانیت تباہ کروگے اور روز بروز اخلاقی اور روحانی پہلو سے گرتے جاؤگے۔

میری سب سے بڑی نصیحت یہ ہے۔ کہ اپنی صفائی کا سامان بہم پہنچاؤ۔ اور تلاش حق میں بدل و جان مصروف رہو۔ دوسروں کی عیب چینی سے تمہاری باطنی صفائی ناممکن ہے۔ پس خدا کے بندے بنو۔ اور خدا کے بندوں کو تلاش کر کے اُن سے باطنی فیض حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ ؎

خاکساران جہان را بحقارت منگر
شاید کہ درین گرد سوارے باشد

ظلم و ستم سے یا مکر و فریب سے دوسروں کا مال مت چھینو۔ کسب حلال سے معاش پیدا کرو۔ راہ حق میں بھوک پیاس۔ ناداری مفلسی اور ہر قسم کی تکالیف برداشت کرنے کے لئے مستعد اور کمربستہ رہو۔ اپنے لئے نیک آدمی کی صحبت پسند کرو جس کی صحبت سے تمہیں روحانی فائدہ حاصل ہو۔ نیکوں کی صحبت میں انسان نیک رہتا ہے۔ صحبت بدان کے لئے دنیا و آخرت کے خسارہ کا باعث ہے۔ جس شخص کی صحبت سے تمہاری روح تکلیف محسوس کرے اُس سے دور بھاگو۔ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کے نور کا مقام ہے۔ پس اُسے ہمیشہ صاف رکھو

[redacted]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]   [illegible]
[illegible]   [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

...فانی چوٹیوں پر ان کا گذر ہوا۔ یا راجپوتانہ کے لق و دق صحرا میں۔ افغانستان کی [illegible] زمین میں گئے یا بخارا میں پر انکا دل کبھی پنجاب سے جدا نہ ہوا۔ وطن کی محبت اور اہل وطن کی کشش ان کو ہزارہا میل سے کھینچ کر واپس لے آتی۔ اپنے حکمران لوگوں کی طرف دھیان کرو غریب الوطنی کے سال گذار کر فوراً مادرِ وطن کی آغوش میں واپس جانے پر مستعد ہو جاتے ہیں۔ عربی زبان میں ایک مثال ہے "حُب الوطن من الایمان" یعنے وطن کی محبت ایمان کا نشان ہے۔ پس جب وطن کی محبت ایمان ہے۔ تو اہل وطن کی محبت جو اس خاک پاک سے پیدا ہوئے ہیں۔ کیوں جزو ایمان نہ ہوگی۔ ضرور ہوگی۔ کیونکہ یہ اسی خاک پاک کی پیدائش ہیں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ ہندوستان کے ہندو یا مسلمان، سکھ یا عیسائی ایک دوسرے کو مٹا نہیں سکتے۔ فریقین صدیوں کی مخالفانہ اور معاندانہ کوششوں سے بھی ایسا نہیں کر سکے۔ ہاں مگر باہمی مغایرت اور منافرت سے انہوں نے ہندوستان کو اہل دنیا کی نظر میں نہایت ذلیل کر دیا ہے اور اگر یہ سلسلۂ مجادلت اسی طرح جاری رہا۔ تو ہندوستان کی ذلت روز بروز اور بھی بڑھتی جائیگی۔ اگر ہندوستان کے ہندو مسلمان اور سکھ محرم دسہرہ اور بقرعید کے جھگڑے چھوڑ دیں۔ باہمی وحشیانہ مفسدہ پردازی اور دست و گریبان ہونا ترک کر دیں اور مذہبی [illegible] امن و امان سے گذارنا سیکھیں تو یہی قوت مجادلہ کسی بہتر کام پر صرف ہو سکتی ہے۔ یہی روپیہ اور ہمت ملک کی اندرونی ترقی اور پس افتادہ بھائیوں کی تعلیمی امداد پر خرچ کیجا سکتی ہے۔ اور نہایت ہی مفید نتایج مرتب ہو سکتے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ یہ مذہبی اور قومی کشمکش گورنمنٹ کے منشا سے ہے مگر میں بے ریا ہو کر کہتا ہوں کہ ان کا خیال سراسر غلط ہے۔ ایسے لوگ اپنے دعویٰ کی تائید میں خواہ مخواہ گورنمنٹ کی پالیسی پر حملہ کرتے ہیں اور یہ کہنے سے بھی نہیں جھجکتے۔ کہ گورنمنٹ کی پالیسی (یعنی تفریق کرکے حکومت کرو) کی پالیسی ہے مگر

[redacted]

[illegible]

بکثرت ہوں۔ جس قوم میں نفاق۔ پھوٹ۔ حسد۔ بغض۔ کینہ اور باہمی عداوت
آگئی۔ وہ قوم دنیا میں ذلیل ہوگئی۔ وہ سلطنت حکومت عزت اور حرمت سے محروم
ہو جاتی ہے۔ اور بالآخر اس کا نام دنیا سے مٹ جاتا ہے۔ جس قوم میں متابعت۔
محنت۔ جفاکشی۔ عدل پرستی۔ انصاف گستری۔ غریب پروری اور قومی ہمدردی پیدا
ہوگئی وہ خدا کی زمین کی وارث بن جاتی ہے۔ جو قوم ان اوصاف حمیدہ کو کھو بیٹھی
اور جس میں عیش پرستی۔ بدکاری۔ ظلم و جفاکاری۔ خودغرضی۔ آرام طلبی و کاہلی آگئی
وہ قوم ذلت و مسکنت کا ہدف بنائی جاتی ہے۔ جتنی لمبی عبارت میں لکھتا جاؤں گا۔
اس کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہوگا۔ کہ وطن پرستی تمام عزت اور اتفاق کی جڑ ہے
حتیٰ کہ حیوانات تک بھی اس کا احساس رکھتے ہیں۔ مگر افسوس کہ اہل ہند اس پاک
جذبہ سے محروم ہو رہے ہیں۔ اپنے ملک سے باہر انگلستان یا امریکہ میں آسٹریلیا۔
یا افریقہ میں جب دو ہندوستانی ملتے ہیں۔ تو بلا تمیز مذہب ہندو مسلمان سکھ محبت
کے ہاتھ پھیلا کر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کو دیکھتے ہی جذبۂ
حب وطن جوش زن ہوتا ہے۔ آنکھوں میں محبت کے آنسو ڈبڈبا آتے ہیں۔ مگر ساحل
ہند پر قدم رکھتے ہی تمام محبت کافور ہو جاتی ہے۔ اور جذبۂ حب الوطنی جھاڑ کر نذرِ
سمندر کر دیا جاتا ہے۔ ساحل سے پہلے ہی اس پاک جذبے سے رہائی حاصل کر لی جاتی ہے
باہر نہ کوئی چھوت چھات ہوتی ہے۔ اور نہ غیریت مگر خاک پاک ہند پر قدم رکھتے ہی
تمام بلائیں اور آفتیں شامل حال ہو جاتی ہیں۔ این چہ بوالعجبی است۔
میں تمام ہندوستانیوں کو مورد الزام نہیں ٹھہراتا مگر اکثریت پر نظر ڈالنے سے اہل ہند کی حالت
افسوسناک نظر آئیگی۔ اے ہندوستان کے لائق فرزندو اور مادر ہند کے سپوت بیٹو! ایک نسل
پیدا کرو جو بلا تمیز مذہب مل کر گانا گا کریں کہ—

"ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا"

تشنہ